محمد حنیف ندوی

خوارج کے عقائد

(۲)

تمام خوارج اس مسئلہ میں متفق الرائے ہیں کہ جو شخص بھی تنزیل یا تاویل میں ان کا مخالف ہے اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ اگر توبہ کرلے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے۔ اختلاف فقط اس میں ہے کہ اس سلسلہ میں جہل قابل معافی ہے یا نہیں!

ان کا کہنا ہے اگر کوئی شخص زنا کرے، یا چوری کا مرتکب ہو، تو اس پر حد قائم کی جائے گی۔ اور پھر توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر توبہ کرے تو خیر ورنہ قتل کا مستوجب ہوگا۔

بعض کے نقطۂ نظر سے جو خدا کو نہ مانے اور انکار کردے۔ ایسا شخص مشرک نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

بعض کی رائے میں یہ کھلا ہوا شرک ہے اور انکار و جحود کسی شکل میں بھی ہو اس پر کفر و شرک دونوں کا اطلاق ہوگا۔

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اصرار چاہے کسی گناہ پر ہو کفر ہے۔

یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو فنا کے گھاٹ اتار دے گا جو اسلام کو ماننے کے مکلف ہوں۔ تو یہ پورا عالم بھی فنا ہوگا۔ اس کے سوا کوئی اور صورت جائز نہیں کیونکہ اس عالم رنگ و بو کو تو پیدا ہی ان لوگوں کے لیے کیا گیا ہے، لہذا جب یہی نہ رہیں تو بقائے عالم کے کچھ معنی نہیں۔

ان میں سے بعض اس بات کے قائل ہیں کہ استطاعت و تکلیف فعل شئ کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور یہ کہ استطاعت کے معنی تخلیہ (یعنی اختیار فعل کے کھلا چھوڑ دینے) کے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا کہنا ہے کہ استطاعت کے معنی تخلیہ کے نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسی شئ ہے کہ جس پر فعل کا دارومدار ہے اور اسی کی بدولت فعل معرض وجود میں آتا ہے۔ اور یہ کہ اس کا وجود فعل سے پہلے، اور عین صدور فعل کے ساتھ ساتھ دو مختلف وقتوں پر مشتمل نہیں۔ اور یہ کہ کسی فعل کے لیے استطاعت کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ضد کے لیے یہ استطاعت نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کو تکلیف مالایطاق دی ہے تو اس بنا پر کہ انھوں نے اس طرح کے افعال کو چھوڑ رکھا ہے، اس بنا پر نہیں کہ یہ ان کے دائرۂ استطاعت سے باہر ہیں۔ صلاحیت استطاعت دراصل توفیق، ٹھیک ٹھیک رہنمائی، فضل، انعام، احسان اور لطف الٰہی سے تعبیر ہے۔ اور کفر کی صلاحیت نام ہے، ضلالت، ناکامی، محرومی اور آزمائش و شر کا۔ اگر اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے لطف و کرم سے کام لیتا تو وہ قطعی ایمان لے آتے کیونکہ اس کے ہاں لطف و کرم کے ایسے اسباب ہیں کہ اگر وہ ان کو مہیا کر دے تو کفار اختیار و رغبت سے دعوت اسلامی کو قبول کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کرتے وقت نظر کرم کا مستحق نہیں گردانا، نہ ان کے لیے موزوں ترین اسباب کی ارزانی فرمائی۔ اور نہ ان کی دینی کیفیتوں کی صلاح و بہبود کا کوئی اہتمام فرمایا۔ بلکہ اللہ نے گمراہ کیا اور ان کے دلوں پر مہر لگائی۔ اس عقیدہ کے قائل "یحییٰ بن کامل"، "محمد بن حرب" اور "ادریس الاباضی" ہیں۔

الاباضیہ کے بہت سے لوگ اس بات کے قائل تھے کہ اعمال عباد مخلوق ہیں۔ اور ازل سے اللہ تعالیٰ جانتا اور ارادہ رکھتا ہے۔ کہ کن چیزوں کو وجود کے قالب میں ڈھلنا چاہیے۔ سو وہ اس علم و ارادہ کے مطابق وجود کے قالب میں ڈھلتی ہیں اور کن چیزوں کو خلعت وجود سے محروم رہنا چاہیے۔ سو وہ اس ازلی علم و ارادہ کی بدولت محروم رہتی ہیں۔ اور بندوں کی اطاعت و معصیت کی تمام صورتوں کے بارہ میں نہ صرف علم رکھتا ہے بلکہ ارادہ بھی۔ لیکن اس علم و ارادہ

کے یہ معنیٰ نہیں کہ وہ انھیں پسند بھی کرتا ہے۔ بلکہ اس سے صرف یہ مراد ہے کہ وہ نہ تو اس سلسلہ میں انکار کرنے والا ہے۔ اور نہ ان پر مجبور ہی ہے۔

ہم عنقریب جب قدر کے مسئلہ میں لوگوں کے عقائد و افکار بیان کریں گے تو ان کے اس قول کی بھی ابواب قدر کی وضاحت کے ضمن میں اچھی طرح تشریح کریں گے۔

تمام خوارج خلق قرآن کے قائل ہیں۔

الاباضیہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں دو مختلف مصلحتوں کے تحت دو مختلف حکم لگائے جا سکتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کے کھیت میں بلا اجازت گھس گیا ہے تو اب اللہ تعالیٰ اس کو کھیت میں سے باہر نکل آنے کی اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ اس سے کھیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ حالانکہ اس کا حکم یہی ہے۔ لیکن چونکہ کھیت اس کا نہیں ہے اس لیے دوبارہ اسے روندنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ان میں کے اکثر اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دل میں اپنی توحید و معرفت کا خیال ڈال دیتا ہے۔ اور یہ نہیں چاہتا کہ بندوں کے دل اس نعمت سے تہی رہیں۔

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اعراض کو بقا حاصل نہیں۔ سوا اس کے کہ کوئی عرض جسم کا جز ہو یہ ان لوگوں کے نقطۂ نظر سے ہے جو جسم کو مجموعۂ اعراض گردانتے ہیں۔ ان میں اکثر کی یہ رائے ہے کہ اعراض کو جسم کے ابعاض یا حصص سمجھنا چاہیے۔

ان کا یہ بھی قول ہے کہ "الحسین" کے مذہب کے مطابق جزو لایتجزیٰ جسم ہی ہوتا ہے۔

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ بندوں کے معاملہ میں اللہ کی جزا و مکافات، لطف و فضل سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی طرح اس کی طرف سے آزمائشوں کا پلڑا عافیت کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بھاری ہے۔ نیز یہ کہ ثواب استحقاق کی بنا پر واجب ہوتا ہے۔ اور فضل و ابتلاء اللہ کی طرف سے ہے۔

ان میں کے بعض اس مشروب کو پینا جائز سمجھتے ہیں جس پر خمر کا اطلاق نہ ہوتا ہو، اور اس

کی قلیل مقدار مسکر نہ ہو، بلکہ کثیر مسکر ہو۔ ان کے ہاں جو حرام ہے وہ مسکر ہے۔

یہ لوگ اُس موحد مسلمان کی پیروی نہیں کرتے جو جنگ میں بھاگ کھڑا ہو۔ نیز عورتوں اور بچوں کے قتل کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ ہاں مشبہ کو مار ڈالنا، قیدی بنا لینا، اور ان کے مال و دولت کو بطور غنیمت کے لوٹ لینا ان کے ہاں البتہ جائز ہے۔ جنگ سے بھاگنے والے سے یہ لوگ وہی سلوک روا رکھتے ہیں جو ابوبکرؓ نے اہل ردۃ سے روا رکھا۔

ان لوگوں کے نزدیک سلف میں صرف جابر بن زید، عکرمہ، مجاہد اور عمرو بن دینار کا شمار ہوتا ہے۔

الاباضیہ میں سے ایک صاحب ابراہیم نامی نے فتویٰ دیا کہ مخالفین سے لونڈیوں کی بیع جائز ہے۔ "میمون" نے اس رائے سے اور ہر اس شخص سے کہ جس نے اس کو جائز ٹھہرایا، اظہار برأت کیا۔ کچھ لوگوں نے اس مسئلہ میں توقف اختیار کیا۔ چنانچہ انھوں نے نہ تو تحلیل کی تصدیق کی۔ اور نہ تحریم کی۔ ان لوگوں نے اپنے علماء سے اس مسئلہ میں رجوع کیا۔ علماء نے فتویٰ دیا کہ لونڈیوں کی بیع اور ہبہ دار التقیہ میں جائز ہے۔ لہذا جن لوگوں نے ابراہیم سے اظہار ولاء میں توقف اختیار کیا ہے یا توقف کو جائز سمجھا ہے انھیں توبہ کرنا چاہیے اور میمون کو بھی اپنے قول سے تائب ہونا چاہیے۔ یہی نہیں۔ وہ عورت جو فتویٰ معلوم ہونے سے پہلے حالت توقف میں مرگئی ہے اس سے بھی اظہار برأت کرنا چاہیے۔ نیز خود ابراہیم سے بھی اس معاملہ میں توبہ کا مطالبہ کرنا چاہیے کہ اس نے باوجود مسلمان ہونے کے ان لوگوں کے اس عذر کو کیوں تسلیم کیا کہ وہ اس سے اظہار ولاء نہیں کر سکتے۔ بلکہ جن لوگوں نے میمون کے واضح کفر کے باوصف اس سے اظہار برأت کرنے میں پس و پیش سے کام لیا ہے ان کو بھی تائب ہونا چاہیے۔

اس طرح جن لوگوں نے توقف سے توبہ نہیں کی اور اس موقف پر جمے رہے ان کو "الواقفہ" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ خوارج نے ان سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔

ابراہیم مخالفین سے لونڈیوں کی بیع کے مسئلہ میں ثابت قدم رہے اور میمون تائب ہو گئے۔

الاباضیہ کا کہنا ہے کہ وہ تمام احکام جن کا بجالانا اللہ تعالیٰ نے ضروری ٹھہرایا ہے دائرۂ ایمان میں داخل ہیں۔ اور ہر کبیرہ گناہ کفر ہے۔ لیکن یہ کفر، کفر نعمت ہے، کفر ترک نہیں۔ اور کبیرہ گناہ کے مرتکب ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

مخالفین کے معصوم بچوں کے عذاب کے سلسلہ میں بہت سے الاباضیہ نے توقف اختیار کیا ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے جائز سمجھا ہے ان کے نزدیک بھی یہ عذاب آخرت میں بہرحال منتقمانہ انداز کا نہیں ہوگا۔ کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو ازراہ کرم جنت میں داخل کرے گا۔ انہی میں سے بعض کا یہ خیال بھی ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے عذاب سے دوچار تو ضرور ہوں گے۔ مگر یہ دوچار ہونا۔ ایجاباً ہوگا۔ تجویزاً نہیں۔

ہم یہ بتاتے ہیں کہ عورتوں کے مسئلہ میں ان کے اختلاف کی نوعیت کیا ہے؟

"الواقفہ" میں سے ایک فرقہ "الضحاکیہ" نامی نے اس بنا پر ان سے علیحدگی اختیار کر لی ان کے نزدیک دارالتقیہ میں اس مسلمان عورت سے نکاح جائز ہے جو ان کے نقطۂ نظر سے کفار میں سے ہو۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ان کے نزدیک اس کافرہ سے نکاح جائز ہے جس کا تعلق ان کی اپنی قوم کے کفار سے ہو۔ لیکن دارالعلانیہ میں اس انداز کا نکاح ان کے ہاں جائز نہیں۔

الضحاکیہ میں کا ایک فرقہ اس شخص کے بارہ میں توقف سے کام لیتا ہے اور اظہار برأت نہیں کرتا ہے جس نے کہ اس قسم کا نکاح کیا۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ ہم ایسی عورت کو مسلمانوں کے سے حقوق دینے کے لیے تیار نہیں۔ چنانچہ اگر یہ مر جائے تو ہم اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے یعنی ان کے بارہ میں ہم توقف سے کام لیں گے۔ بعض نے اس سے اظہار برأت ضروری سمجھا ہے

ان لوگوں سے متعلق جن پر شرعی حد لگ چکی ہے اختلاف رائے ہے۔ بعض ان سے اظہار برأت کرتے ہیں۔ بعض ولاء کے قائل ہیں۔ اور بعض توقف مناسب سمجھتے ہیں۔

دارالکفر میں جو لوگ رہ رہے ہیں ان سے متعلق بھی اختلاف رائے ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارے نزدیک ان کی حیثیت کفار کی سی ہے۔ سوا اس شخص کے کہ جس کے ایمان کے بارہ میں ہمیں یقین کے ساتھ معلوم ہو۔ بعض کا قول ہے یہ دار اختلاط کے رہنے والے ہیں۔ یعنی ان کا معاملہ خلط ملط ہو گیا ہے۔ لہذا جب تک کسی شخص کے ایمان سے متعلق ہمیں ذاتی طور پر علم نہ ہو ہم اس سے تعلقات ولاء قائم نہیں کریں گے۔ اور جن کے بارہ میں ہمیں ذاتی علم نہ ہو پائے ان سے متعلق سکوت و توقف سے کام لیں گے۔ خود ان میں اختلاف رائے کے باوجود ولاء و تودد کے رشتے استوار تھے۔ اس سلسلہ میں ان کا یہ قول تھا:

الولایۃ تجمعنا

ولاء ہمیں ایک رشتے میں منسلک کرنے والا ہے

اس ولاء کے سبب انھیں 'اصحاب الفنار' کہا گیا۔ اور انھوں نے اپنے مخالفین کو، جو سکوت و توقف کے حامی تھے 'اصحاب المراۃ' کے نام سے پکارا۔

الواقفہ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ وہ ہے جس نے ناکحہ سے ولاء کو جائز قرار دیا۔ دوسرا گروہ 'عبدالجبار بن سلیمان' کی طرف منسوب ہے۔ یہ لوگ ایسی ناکحہ سے اظہار برأت کرتے ہیں جس کا تعلق اپنی ہی قوم کے کفار سے ہو۔

اور اب ہم عبدالجبار کا قصہ بیان کرتے ہیں جس نے ثعلبہ سے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا۔ پھر اسے اس کے بالغ ہونے میں شبہ ہوا۔ اور اس نے اس کی ماں سے اس کے بلوغ کے بارہ میں دریافت کیا۔ یہاں تک کہ ثعلبہ اور عبدالکریم میں مسئلہ اطفال میں اختلاف رونما ہوا۔ اور یہ دونوں باہم مختلف راستوں پر گامزن ہو گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے دونوں میں فکر و عقیدہ کی یک جہتی تھی۔

قصہ یہ ہے کہ عبدالجبار نے جب ثعلبہ سے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تو اس نے مطالبہ کیا کہ مہر چار ہزار درہم ہونا چاہیے۔ اس پر عبدالجبار نے لڑکی کی ماں کے پاس ام سعید نامی ایک عورت دریافت احوال کے لیے بھیجی۔ پوچھنا یہ تھا کہ لڑکی بالغ ہے یا نہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر لڑکی بالغ ہے اور اسلام کا اقرار کرتی ہے تو میں اس گراں قدر مہر کی پرواہ نہیں کرتا۔ ام سعید نے اس کی ماں کو جب عبدالجبار کا یہ پیغام پہنچایا تو اس نے کہا۔ میری بیٹی مسلمان ہے۔ چاہے بالغ ہو۔ چاہے بالغ نہ ہو۔ اور قطعی اس بات کی ضرورت نہیں کہ جب بالغ ہو جائے تو اس سے ازسرنو اسلام کا اقرار کرایا جائے۔ عبدالجبار نے دوسری بار اس کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ ثعلبہ نے ان دونوں کی باتیں سنیں اور دونوں کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی۔ اسی حال میں ان سے عبدالکریم بن عجرد کا سامنا ہوا۔ ثعلبہ نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ عبدالکریم کی یہ رائے تھی کہ بلوغت کے بعد ازسرنو اسلام کی دعوت دینا ضروری ہے۔ اور جب تک دعوت کے تقاضے پورے نہ ہو جائیں اس سے اظہار برأت کرنا چاہیے۔ ثعلبہ نے یہ نہ مانا۔ اس نے کہا ہم اس کے ولا پر ثابت قدم رہیں گے۔ ہاں اسلام کی دعوت البتہ دیں گے۔ کیونکہ اس کے بغیر یہ اسلام کو کماحقہ پہچان نہیں پائے گی۔ اس طرح ان لوگوں نے ایک دوسرے سے اظہار برأت کیا۔

الخوارج میں سے ایک فرقہ "البیہسیہ" کے نام سے موسوم ہے۔ یہ "ابی بیہس" کی طرف منسوب ہے۔

اس فرقہ کے بانی ابی بیہس نے جس بدعت کا ارتکاب کیا وہ یہ تھی کہ اس نے "میمون" کو اس بنا پر کافر قرار دیا کہ اس نے دارالکفر میں ملوکہ کی بیع کو حرام قرار دیا۔ جس کا تعلق ہماری قوم کے کفار سے ہے۔ نیز اس وجہ سے اس نے اس کی تکفیر کی کہ اس نے ان لوگوں سے اظہار برأت کیا جو اسے جائز سمجھتے تھے۔ اس نے "اہل تثبت" یعنی ان توقف کرنے والوں کو کافر گردانا جنھوں نے میمون کے کفر کو نہیں جانا۔ اور اس حقیقت سے آگاہی حاصل نہیں کی کہ اس مسئلہ میں ابراہیم برسر حق ہے۔

اس نے ابراہیم پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا کیونکہ اس نے توقف اختیار کرنے والوں سے اظہار برأت نہیں کیا تھا۔ حالانکہ انھوں نے نہ صرف یہ کہ توقف اختیار نہیں کیا تھا، بلکہ اس کے دلائل کے بھی حامی نہیں تھے۔ علاوہ ازیں میمون سے بھی انھوں نے اظہار برأت نہیں کیا تھا۔

اس کے نزدیک توقف کا تعلق اشخاص سے نہیں متعین مسائل سے ہے۔ لیکن جب کوئی شخص کسی مسئلہ کی خلاف ورزی کرے تو دیکھنے والوں کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا، کہ جس شخص نے اظہار کیا ہے، اور حق پر عمل پیرا ہوا ہے یہ اس کو پہچانیں۔ اور اسی طرح جس نے باطل کا اظہار کیا، اور باطل پر قائم رہا، اس کی تعیین کریں۔

ابوبیہس کا خیال تھا کہ اس وقت تک کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اللہ، رسول، اور ان جملہ تعلیمات کی معرفت کا اقرار نہ کرے جن کو آں حضرت[ص] نے پیش فرمایا ہے۔ اور اولیاء اللہ نے اظہار ولاء اور اعداء اللہ سے اظہار برأت نہ کرے۔

اور یہ کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے، اور ان کے بارہ میں وعید بھی آئی ہے، ان کو جاننا بوجھنا اور ان کی تفسیر وتشریح سے آگاہ رہنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے۔ ہاں بعض احکام ایسے ہیں کہ جن کی جزئیات وتشریح سے واقف ہونا ضروری نہیں بلکہ ان کے بارہ میں سرسری علم ہی کافی ہے۔ ہاں اگر کوئی ان احکام ومسائل سے دوچار ہو تو البتہ اس کو اس کے متعلقات سے پوری پوری واقفیت ہونا چاہیے۔

نیز یہ کہ جن باتوں کو کوئی شخص نہیں جانتا ہے ان میں توقف اختیار کرنا ضروری ہے۔

اور یہ کہ دین علم کے ذریعے ہی حاصل ہوتا ہے۔

ان خیالات پر خوارج کے بہت سے لوگوں نے صاد کیا۔ اور بہت سوں نے مخالفت کی اور انھیں ان افکار کی بنا پر "البیہسیہ" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ لیکن خود انھوں نے

اپنے مخالفین کو "الواقفہ" کے لقب سے پکارا۔

اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کی رائے یہ ہے کہ انسان اگر وظیفہ دین سے بہرہ مند ہے تو وہ مسلمان ہے۔ چاہے اس کے ماسوا سے آگاہ نہ ہو۔ وظیفہ دین یہ ہے کہ اس حقیقت کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمدؐ اللہ کے رسول اور عبد ہیں۔ اور ان تمام تعلیمات کو تسلیم کرے جو اللہ کی طرف سے ہیں۔ نیز اولیاء اللہ کے ساتھ اظہار ولاء اور اعداء اللہ کے ساتھ اظہار برأت کرے۔ اگر اتنی سی باتیں کسی شخص میں پائی جاتی ہیں تو وہ مسلمان ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی ناجائز بات یا حرام کا ارتکاب کرتا ہے کہ جس میں باقاعدہ وعید آئی ہے تو اس کے بارہ میں اس کو پورا پورا علم ہونا چاہیے۔ چنانچہ اگر وہ اس حرام کے بارہ میں کچھ نہیں جانتا ہے تو کافر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص فرائض میں سے کسی بڑے فرض کو ترک کر دیتا ہے اور اس کی اہمیت سے آگاہ نہیں ہے تو وہ بھی کافر ہے۔

اور اگر اس سے اظہار ولاء کرنے والوں میں سے کوئی شخص بچشم خود دیکھتا ہے کہ اس نے فعل حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتا ہے کہ یہ فعل شرعاً حرام ہے یا حلال ہے اور یا اس کے نزدیک اس کی حلت وحرمت مشتبہ ہے اس لیے اس نے اس میں توقف اختیار کیا ہے اور اس توقف کی بناپر نہ تو اس نے اظہار ولاء کیا ہے اور نہ اظہار برأت۔ تو اس صورت میں 'البیہسیہ' ایسے شخص سے اظہار برأت ضروری سمجھتے ہیں۔

'البیہسیہ' کا ایک فرقہ 'العوفیہ' کہلاتا ہے۔ اس کی پھر دو شاخیں ہیں۔

۱۔ ایک شخص کا کہنا ہے کہ جس شخص نے دار الہجرت، اور جہاد سے پلٹ کر قعود اختیار کر لیا اور بیٹھ رہا ہم اس سے اظہار برأت کرتے ہیں۔

۲۔ دوسری شاخ کا قول ہے کہ ہم اس سے اظہار برأت نہیں کرتے کیونکہ اس نے بہرحال امر حلال ہی کو اختیار کیا ہے۔

"العوفیہ" کی دونوں شاخوں کا عقیدہ ہے کہ اگر امام کافر ہو جائے تو تمام رعایا بغیر کسی تخصیص کے کافر ہو جاتی ہے۔ وہ جو موجود ہے وہ بھی اور وہ جو موجود نہیں ہے وہ بھی۔

"البیہسیہ" نے ان دونوں شاخوں سے اپنے کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں۔ اور البیہس سے ولاء کے دعویدار ہیں۔

'البیہسیہ' کا ایک فرقہ 'اصحاب السؤال' کے لقب سے ملقب ہے۔ انھیں "شبیب النجرانی" کے پیروکاروں سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

ان کی بدعت طرازی یہ ہے کہ یہ ہر اس شخص کو مسلمان سمجھتے ہیں جو کلمۂ شہادت کا اقرار کرے۔ اور اللہ کے اولیاء سے دوستی اور اس کے اعداء سے دشمنی کا دم بھرے۔ اور ان تمام تعلیمات پر بحیثیت مجموعی ایمان رکھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہیں۔ اس کے علاوہ باقی جن چیزوں کو اللہ نے فرض ٹھہرایا ہے ان کے بارہ میں چاہے اسے علم ہو، چاہے نہ ہو۔ ایسا شخص ان کے نزدیک مسلمان ہے۔ یہاں تک کہ کسی گناہ کبیرہ سے دوچار ہو، اور پھر اس بارے میں سوال کرنے اور مزید تفصیلات جاننے کی کوشش کرے۔

مسلمانوں کے معصوم بچوں سے متعلق انھوں نے الواقفہ سے علیحدہ روش اختیار کی اور وہی کہا جو الثعلبیہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں صورتوں میں مومن ہیں۔ بالغ ہوں، چاہے نابالغ، جب تک کہ کفر اختیار نہ کریں۔

اور یہ کہ کفار کی اولاد دونوں صورتوں میں کافر ہے۔ بالغ ہو چاہے نابالغ۔ جب تک کہ ایمان نہ لائیں۔

مسئلہ قدر میں ان کا وہی مسلک ہے جو معتزلہ کا ہے۔
"البیہسیہ" نے ان سے اظہار برأت کیا ہے۔

بعض "البیہسیہ" کا کہنا ہے کہ مرتکب زنا کے بارہ میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے جب تک اس کا معاملہ امام یا والی کے سامنے پیش نہ ہو جائے اور وہ اس پر حد نہ لگا دے۔ "الصفریہ" نے ان کے اس موقف کی تائید کی۔ مگر یہ کہا کہ ہم اسے نہ مومن کہیں گے نہ کافر۔ بلکہ توقف اختیار کریں گے۔

البیہسیہ کے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ امام اگر کافر ہو جائے تو اس کی رعیت کو بھی کافر ہی گردانا جائے گا۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ موجودہ اسلامی ممالک دار الشرک کے حکم میں ہیں۔ اور ان میں سب بسنے والے مشرک ہیں۔

ان کا یہ بھی قول ہے کہ جب تک کسی شخص کے بارہ میں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ ان کا ہم عقیدہ ہے اس وقت تک اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا چاہیے۔ یہ گروہ اہل قبلہ کے قتل کو جائز سمجھتا ہے اور اس میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ ان کو لونڈی اور غلام بنا لیا جائے۔

"البیہسیہ" کا کہنا ہے کہ لوگ دو وجہ سے شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایک تو دین کے معاملہ میں جہل و لاعلمی اختیار کرکے اور دوسرے اس بنا پر کہ یہ گناہوں سے ملوث ہوتے ہیں۔ ہاں اگر گناہ صغیرہ اور ایسا ہو کہ اس کے بارہ میں کوئی سخت حکم نہ آیا ہو تو یہ البتہ بخشش کے لائق ہے۔ اور یہ کہ اللہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ گناہوں سے متعلق احکام کو ہم سے چھپائے اور واضح نہ کرے۔ کیونکہ اخفاء کی یہ نوعیت اگر جائز ہوتی تو شرک میں بھی جائز ہوتی۔

ان کا کہنا ہے کہ حدود اور قصاص کے مرحلے میں جو شخص توبہ کرتا ہے اگر ان گناہوں کے

ارتکاب کا یہ اقرار بھی کرتا ہے تو مشرک و کافر ہے۔ کیونکہ حدود کا نفاذ اسی شخص پر ہوتا ہے جس کے بارہ میں عند اللہ کفر کی شہادت دی جائے۔

بعض "البیہسیہ" کا قول ہے کہ ہر مشروب جو حلال ہو، اگر اس کے پینے سے سکر لاحق ہو تو یہ موجب حد نہیں ہے۔ اسی طرح اگر نشہ کے عالم میں کوئی شخص ترک صلوٰۃ کرتا ہے یا حق سبحانہٗ کو گالی دے بیٹھتا ہے تو اس پر بھی نہ حد لگے گی اور نہ یہ کسی خاص حکم کا مستوجب ہوگا بلکہ جب تک یہ نشہ میں ہے اسے کافر بھی نہیں کہا جائے گا۔

ان کا یہ قول تھا کہ شراب (یعنی بجز خمر) میں حلت اصل ہے۔ لہذا قلیل و کثیر کی کوئی قدغن نہیں۔ سب حلال اور جائز ہے۔

"البیہسیہ" کی ایک شاخ "اصحاب التفسیر" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا بانی "الحکم بن مروان کوفی" ہے۔

اس کا یہ عقیدہ تھا کہ کسی مسلمان کے خلاف جب کوئی شہادت دے تو جب تک وہ شہادت کی تفسیر و توجیہہ نہ بیان کرے اس کی شہادت ناجائز تصور کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ان کا کہنا تھا کہ اگر چار گواہوں نے مثلاً کسی مسلمان کے خلاف زنا کی شہادت دی تو صرف یہ شہادت جائز نہیں مانی جائے گی جب تک گواہ یہ نہ بتائیں کہ یہ گناہ کیونکر سرزد ہوا۔ یہی عقیدہ ان کا تمام حدود کے متعلق تھا۔ "البیہسیہ" نے بحیثیت مجموعی ان سے اظہار برأت کیا۔ اور ان کو "اصحاب التفسیر" کے نام سے پکارا۔

"البیہسیہ" کے ایک فرقے العوفیہ کا کہنا ہے کہ سکر بے شک کفر ہے مگر یہ کفر اس وقت قرار پائے گا جب اس کے نتیجے میں کچھ دوسری اشیاء کا ارتکاب ہوگا۔ مثلاً ترک صلوٰۃ وغیرہ۔ کیونکہ کسی شارب کا حالت سکر میں ہونا اسی وقت معلوم ہوگا جب وہ اس کے ساتھ ایسی حرکت کا

ارتکاب کرے گا جو اس کے سکر پر دلالت کناں ہو۔

خوارج کا ایک گروہ "اصحاب صالح" پر مشتمل ہے۔ مگر صالح نے کسی مسئلہ میں تفرد اختیار نہیں کیا۔ اس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ یہ عقائد کے لحاظ سے "صفری" تھا۔

الصفریہ اور اکثر خوارج کا یہ قول ہے کہ ہر بڑا گناہ کفر ہے۔ اور ہر کفر شرک ہے۔ اور ہر شرک شیطان کی عبادت کے مترادف ہے۔

الفضلیہ کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص اس حقیقت کا زبانی اعتراف کرتا ہے جو مسلمانوں میں جانی بوجھی اور معروف ہے، اور اس کی توجیہہ وہ نہیں کرتا جو مسلمانوں میں مسلّم ہے۔ تو اس سے وہ کفر وعصیان کا مرتکب نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے لیکن اس کی توجیہہ اپنے طور پر یہ سمجھے ہوئے ہے کہ میں اس خدا کا اقرار کر رہا ہوں جس کے اولاد اور بیوی بھی ہے۔ یا اس کے ذہن میں کسی ایسے بت کا نقشہ ہے جسے وہ خدا سمجھتا ہے۔ یا مثلاً "محمد رسول اللہ" کہتا ہے۔ لیکن ہدف عقیدت کوئی دوسرا ہے۔ خدائے تعالیٰ کو حیی وقیوم قرار دیتا ہے اور اس نوع کے دوسرے کلمات استعمال کرتا ہے لیکن دل میں غیر اللہ کو بسا رکھا ہے (ایسی تمام صورتوں میں یہ توجیہات غلط، ناقابلِ التفات اور مہمل ہوں گی، اور اعتبار اصل الفاظ اور ان کے معانی کا کیا جائے گا)۔

"الیمان بن رباب الخارجی" کا کہنا ہے کہ الصفریہ کی ایک شاخ نے "البیہسیہ" کے اس عقیدہ کی تائید کی ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے جو حرام ہے تو اس پر فتویٰ کفر نہیں لگے گا جب تک اسے سلطان کے سامنے پیش نہ کیا جائے اور وہ اس پر حد

لگ دے۔ چنانچہ جب اس پر حد لگ چکے گی تو یہ آپ سے آپ دائرۂ کفر میں داخل ہو جائے گا۔ فرقہ البیہسیہ اس درمیانی عرصہ تک کہ جس میں اس پر حد نہ لگے مرتکب حرام کو ایمان و کفر کے نام سے موسوم نہیں کرتا۔ لیکن الصفریہ کی یہ شاخ اس کو مومن ہی سمجھتی ہے جب تک کہ حد کا نفاذ نہ ہو جائے۔

کہا جاتا ہے کہ خوارج کے ایک گروہ نے اس متبدعانہ تفرد کو اختیار کیا ہے کہ وہ اور ان کے تمام ہم نوا، بغیر کسی شرط اور استثناء کے قطعی جنتی ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں کا فرقہ "الحبینیہ" کے لقب سے ملقب ہے۔ ان کا امام "ابی الحسین" نامی ایک شخص تھا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ موجودہ اسلامی حکومتیں دار الحرب کے حکم میں داخل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کسی شخص کے خلاف اس وقت تک کوئی اقدام نہیں ہونا چاہیے جب تک کہ جانچ پرکھ کر تسلی نہ کر لی جائے۔ اپنے موافقین کے معاملہ میں خصوصیت سے یہ "ارجاء" سے کام لیتے تھے۔ اور مخالفین کو بوجہ ارتکاب کبائر کے کافر و مشرک گردانتے تھے۔

الیمان کا کہنا ہے "الشمراخیہ" کے قائد عبد اللہ بن شمراخ کا قول ہے کہ اپنی قوم میں کے مخالفین کا خون بہانا۔ چوری چھپے تو ناجائز ہے، ہاں دار العلانیہ میں البتہ جائز ہے۔ اور یہ کہ والدین چاہے مخالفین کی صف میں شامل ہوں، ان کا قتل دار التقیہ اور دار الہجرۃ میں ناجائز ہے۔

خوارج میں لغت کے عالم "ابو عبیدہ معمر بن مثنی" ہیں۔ ان کا تعلق 'صفریہ' سے تھا۔ اور شعراء میں سے "عمران بن حطان" ہیں۔ یہ بھی عقیدۃً صفری تھے۔ جہاں تک مصنفین اور علم الکلام کے ماہرین کا تعلق ہے ان میں عبد اللہ بن یزید، محمد بن حرب اور یحییٰ بن کامل معروف ہیں۔ یہ سب "اباضیہ" تھے۔ الیمان بن رباب پہلے ثعلبی تھے پھر بیہسی ہو گئے۔ سعید

الکنود ...

بن ہارون میری دائے میں اباضی تھے

خوارج جن لوگوں کو اسلاف کے زمرہ میں شامل کرتے ہیں، وہ یہ ہیں (ابو) استفتار، جابر بن زید، عکرمہ، اسماعیل بن سمیع، ابو ہارون العبدی اور ہبیرہ بن مریم۔

خوارج میں سے وہ حضرات جن کے بارہ میں نہ تو خروج و بغاوت کی تصریح ہے۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ انھوں نے کسی خاص تصور کا اضافہ کیا۔ صالح بن مسرح اور "داود" ہیں۔ ان دونوں کا آپس میں میل جول تھا۔ یہ آپس میں مل کے بیٹھتے اور اُن مسائل کے نئے نئے حل پیش کرتے جو خوارج اسخوان نزاع بنتے۔ عمر کے آخری حصہ میں انھوں نے کسی شورش میں البتہ حصہ لیا۔ مگر ان کا یہ خروج شہرت نہ حاصل کر سکا۔ رباب السجستانی، اور ان کے بارہ میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ لشکر میں ایک شخص کی لاش ملی۔ اس کے اسلام کے متعلق خوارج میں اچھا خاصہ اختلاف رونما ہوا۔ جس کو ان دونوں نے خوب خوب ہوا دی۔

ان میں بعض کی یہ رائے تھی کہ جس شخص کی لاش مخالف گروہ کے عسکر میں ملتی ہے اس کو ہم کافر ہی گردانیں گے تاوقتیکہ اس کا برسرحق ہونا ثابت ہو جائے۔ بعض کا کہنا تھا کہ نہیں وہ مسلمان ہے۔ تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے حق کے لیے جان نثار نہیں کی۔

اسی گروہ کا ایک آدمی ہارون الضعیف بھی ہے۔ اس کے متعلق مروی ہے کہ یہ مخالفین کی عورتوں سے نکاح و ازدواج کے تعلق کو جائز سمجھتا تھا۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ یہ اہل کتاب کے حکم میں داخل ہیں۔

خوارج میں کا ایک گروہ 'الراجعہ' کہلاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے صالح بن مسرح سے بربنائے اختلاف ان احکام سے رجوع اور اظہار برأت کیا جو ان کی رائے میں غلط تھے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ صالح کے خبر رسانوں نے بتایا کہ ایک شہسوار ٹیلے پر کھڑا ان کے عسکر کا جائزہ لے رہا ہے۔ اس نے ان سے نمٹنے کے لیے دو شخصوں کو روانہ کیا۔ شہسوار نے جب یہ دیکھا تو بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن انھوں نے اس کا پیچھا کیا۔ بلکہ ان میں ایک نے نیزہ کا وار کر کے اسے ٹیلے سے نیچے گرا ہی دیا۔ اور خود بھی اسے قتل کر دینے کی نیت سے ٹیلے سے نیچے اترے۔ اس نے جب یہ تیور دیکھے تو کہنے لگا میں تو مسلمان ہوں اور ربعی بن خراش کا بھائی ہوں۔ ربعی کا شمار ان کے قائدین و رؤساء میں ہوتا تھا۔ اس لیے یہ اس کو چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے۔ پھر انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تمھیں کوئی شخص ہمارے لشکر میں سے پہچانتا بھی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ اس سلسلے میں اس نے جبیرا اور ولید دو آدمیوں کا نام لیا۔ جو صالح کے پیروکاروں میں تھے۔ جب ان سے اس کے بارہ میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب میں کہا۔ ہم اس کے خبث باطن اور کفر سے خوب واقف ہیں۔ یقیناً یہ ربعی کا بھائی ہے۔ لیکن ربعی ہی نے ہمیں اس کے خبث باطن اور مسلمانوں کے خلاف جذبۂ عناد و عداوت کی اطلاع دی تھی جو یہ اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہے۔ اس پر صالح نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اور یہ قتل کر دیا گیا۔ الراجعہ نے اس پر کہا۔ اس نے ایک مسلمان کو جس نے اسلام کا اقرار کیا تھا ناحق قتل کیا ہے۔ اس بنا پر ان لوگوں نے صالح سے اظہار برأت کیا۔

الراجعہ کو راجعہ کیوں کہا گیا۔ اس کی ایک توجیہہ یہ ہے کہ صالح کے مقرر کردہ خبر رسانوں میں سے ایک نے اس کو بتایا کہ کوئی شہسوار رات کے وقت ٹیلے پر کھڑا ان کے لشکر کی نقل و حرکت کا اندازہ کر رہا ہے۔ صالح نے ابوعمر اور یزید بن خارجہ کو دریافتِ احوال کے لیے بھیجا۔ شہسوار ان کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر ان دونوں نے اسے جا لیا۔ چنانچہ ایک نے تو اس پر نیزہ کا وار کیا۔ اور دوسرا

تلوار سے حملہ آور ہوا۔ پھر اس کو صالح کے پاس گھسیٹ لائے۔ صالح نے اسے یہ کہہ کر ایک شخص کے سپرد کر دیا کہ اسے صبح کے وقت پیش کرنا۔ ہم اس کا زخم دیکھیں گے کہ آیا یہ دیت فسق کا سزاوار ہے یا مالی تاوان کا۔ یہ شخص اسے اپنے گھر لے گیا تاکہ یہ اس کے ہاں رات بسر کر سکے۔ پھر جب یہ نگراں شخص سو گیا تو اس زخمی قیدی کو بھاگ جانے کی سوجھی، اور یہ بھاگ گیا۔ الراجعہ نے اس پر صالح سے اظہار برأت کیا اور کہا کہ یہ شخص ذمی تھا اس لیے صالح کو چاہیے تھا کہ جس شخص نے اسے زخمی کیا ہے اس سے اظہار برأت کیا جاتا جو اس نے نہیں کیا۔

ایک توجیہہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کے پیروکاروں میں صحر نامی ایک شخص نے انھیں کے گروہ کے ایک صاحب کے بارہ میں یہ کہہ دیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے اور صالح نے اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا۔

ایک توجیہہ یہ بھی ہے کہ صالح نے مال غنیمت میں سے ایک گھوڑے کو اپنے استعمال کے لیے روک لیا تھا جس پر اس کے پیروکار قرعہ اندازی کے ذریعہ سوار ہوئے، بلکہ اس پر سوار ہونا رشک و حسد کا موجب ہو گیا۔ اور ہر شخص یہ چاہتا کہ اس پر سوار ہو کر میدانِ قتال میں نبرد آزما ہونے کی سعادت اسے حاصل ہو۔

یہ ہیں وہ چند پہلو جن کی بنا پر صالح کے ماننے والوں میں اختلاف رونما ہوا۔ اور ایک فرقہ نے اس سے اظہار برأت کیا۔ انھیں کا نام الراجعہ ہے۔ خوارج میں کی اکثریت نے صالح کے طرز عمل کی تصویب کی ہے۔ "شبیب" نے البتہ اس معاملہ میں توقف سے کام لیا۔ اس کا کہنا ہے ہم نہیں جانتے کہ صالح اپنے فیصلوں میں حق بجانب تھا یا نہیں تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الراجعہ کی اکثریت نے آخر آخر میں صالح کی تصویب شروع کر دی تھی۔

"الاباضیہ" میں سے بعض کی یہ رائے ہے کہ جن لوگوں نے صالح سے اظہار برأت کیا ہے وہ کفر کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اسی طرح جن لوگوں نے ان کے کفر سے انکار کیا ہے اور اس مسئلہ میں توقف ضروری سمجھا ہے انھوں نے بھی کفر کی راہ اختیار کی ہے۔ اس کے باوجود "شبیب" سے ان

کا حسن ظن قائم رہا۔ اس سلسلہ میں ان کا قول تھا کہ ایسی شخصیت سے اظہار برأت مستحسن نہیں۔ اس کی دلیل وہ یہ پیش کرتے تھے کہ شبیب نے توقف کے باوجود صالح کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ مارا گیا۔ اس کا مطلب ان کے نزدیک یہ تھا کہ اس کی موت اصل ایمان پر ہوئی ہے۔

انہی میں کا ایک فرقہ "الشبیبیہ" کے نام سے موسوم ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شبیب نے صالح اور ان لوگوں کے معاملہ میں توقف سے کام لیا جنھوں نے رجوع کیا تھا یعنی الراجعہ سے۔ ان کا کہنا تھا ہم نہیں جانتے کہ صالح کا فیصلہ حق پر مبنی تھا یا جور و ظلم پر۔ یا راجعہ نے جو شہادت تھی اس میں وہ برسر حق تھے۔ یا ان کی طرز عمل جور و ظلم کا طرز عمل تھا۔ خوارج نے ان سے اظہار برأت کیا اور "مرجئۃ الخوارج" نام رکھا۔

شبیب نے بحر جرایا کی لڑائی میں بہت سا مال حاصل کیا جسے اس نے باقاعدہ بانٹ دیا لیکن ایک ترکی گھوڑی، ایک پٹکا اور ایک عمامہ تقسیم نہ کیا۔ بلکہ اپنے سگے بندھوں میں سے ایک سے کہا کہ تم اس پر سوار ہو لو تو پھر اسے تقسیم کریں گے۔ اسی طرح تقسیم سے پہلے اپنے ایک رفیق سے عمامہ اور پٹکا پہننے کی درخواست کی۔ یہ بات اس کے ساتھیوں کو معلوم ہوئی تو سالم بن ابی الجعد الاشجعی اور ابن دجاجہ الحنفی اس کے پاس آئے اور کہنے لگے لوگو! اس شخص نے تقسیم میں فال کے تیروں کو استعمال کیا ہے۔ شبیب نے جواب میں کہا۔ یہ بات نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ اس ترکی گھوڑی پر اس کا اصل مالک دو ایک دن سوار ہو لے پھر میں اسے تقسیم کر دوں۔ اس پر انھوں نے کہا۔ اور یہ عمامہ اور پٹکا تو نے کیوں دیا؟ اگر یہ شخص شہید ہو جاتا۔ اور اس کا عمامہ و پٹکا چھین لیا جاتا تو اس کا ذمہ دار کون ہوتا؟ تمھیں اپنے اس فعل سے تائب ہونا چاہیے۔ شبیب نے ان کے اس مطالبے کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ میری رائے میں اس مرحلہ پر توبہ غیر ضروری ہے۔ اس کے اس انکار پر انھوں نے اس سے اظہار برأت کیا۔ چنانچہ جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی خارجی بھی اس سے اظہار ولا کی جرأت نہیں کرتا۔ ان کے نزدیک اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اس لیے یہ نہ

تو اس کی تکفیر کرتے ہیں اور نہ اس کے ایمان پر زور دیتے ہیں۔

توحید کے مسائل میں خوارج کی وہی روش ہے جو معتزلہ کی ہے۔

خلق قرآن کے مسئلہ میں خوارج سب کے سب معتزلہ کے ہم نوا ہیں۔ الا اباضیہ نے البتہ توحید میں ارادہ الٰہی سے متعلق معتزلہ سے مختلف رائے اختیار کی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ کا ارادہ اپنی جملہ معلومات کے بارہ میں ازل سے قائم ہے۔ ان معلومات کے متعلق بھی کہ جن کو وجود کا پیراہن پہننا ہے۔ اور ان چیزوں کے بارہ میں بھی کہ جنھیں اقلیم وجود میں نہیں آنا ہے۔ معتزلہ "بشر بن المعتمر" کے سوا اس رائے کو ماننے والے نہیں۔

عقیدۂ قدر کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ خوارج میں کون معتزلہ کے ہم نوا ہیں اور کون نہیں ہیں۔ یعنی کون منکر ہے اور کون ان میں اثبات کا قائل ہے۔

وعید کے مسئلہ میں معتزلہ اور خوارج میں باہم پورا پورا اتفاق ہے کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ کبائر کے مرتکبین ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے بشرطیکہ ان کی موت انھی کبائر پر ہوئی ہو۔ ان دونوں میں اس معاملہ میں فرق یہ ہے کہ خوارج تو یہ کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ اس عذاب سے دوچار ہوگا جس سے کفار دوچار ہوتے ہیں۔ اور معتزلہ کا کہنا ہے کہ دونوں میں عذاب کی نوعیت مختلف ہوگی۔

مخالفین کے حق میں سیف و قتال کو تمام خوارج جائز سمجھتے ہیں سوا الاباضیہ کے۔ ان کا یہ مسلک ہے کہ لوگوں کو تلوار کے زور سے کسی عقیدہ پر مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں ائمہ جور کی اصلاح البتہ ضروری ہے۔ اگر تلوار اٹھانے پر قدرت ہو تو تلوار اٹھانا چاہیے۔ اور دوسرے ذرائع استعمال کیے جائیں۔

کیا اللہ تعالیٰ ظلم و جور پر قادر ہے؟ خوارج اس کے منکر ہیں۔

حضرت ابوبکر و عمر کی امامت پر بھی سب خوارج کا اتفاق ہے۔ حضرت عثمان کی امامت کو صرف اس وقت تک تسلیم کرتے ہیں جب تک کہ فتن کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ اور ان فتن کی بنا پر ان کو ہدف انتقام نہیں ٹھہرایا گیا تھا۔ ان کے بعد یہ منصب امامت کے اہل نہیں رہے تھے۔ یہی روش ان کی حضرت علی کے بارہ میں ہے۔ یہ ان کو تحکیم کے قبل تو خلیفہ مانتے ہیں، تحکیم کے بعد نہیں۔ معاویہ، عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری کو یہ کافر سمجھتے ہیں۔ مسئلہ امامت کے استحقاق کے لیے ان کے نقطہ نظر سے قریشی یا غیر قریشی ہونا ضروری نہیں۔ صرف اہلیت شرط ہے۔ اور ظالم کی امامت کو تو کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دیتے۔

زرقان نے "نجدات" سے روایت کی ہے کہ یہ لوگ سرے سے امامت کی ضرورت ہی کے قائل نہیں۔ ان کی رائے میں ضروری صرف یہ ہے کہ لوگ اللہ سبحانہ کی کتاب کو جانیں بوجھیں۔

چھوٹے بچوں سے متعلق ان کی تین رائیں ہیں:

۱۔ ایک گروہ تو یہ سمجھتا ہے کہ مشرکین کی اولاد کا وہی حکم ہے جو ان کے آباء کا ہے۔ یہ بھی اپنے آباء کے ساتھ جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ اور مسلمان بچے اپنے والدین کی طرح جنت میں جائیں گے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی اولاد کے مرنے کے بعد ارتداد اختیار کر لیتا ہے تو اس صورت میں اولاد کا کیا انجام ہوگا۔ اس میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ان کا انجام بہرحال وہی ہوگا جو ان کے آباء کا ہونے والا ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے نہیں۔ اس صورت میں دیکھا یہ جائے گا کہ موت کے وقت آباء کا عقیدہ کیا تھا۔ ان کا ارتداد ان پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

۲۔ ان میں کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حق پہنچتا ہے کہ مشرکین کی اولاد کو عذاب جہنم میں مبتلا کرے۔ یا نہ کرے۔ مگر مکافات عمل کی بنا پر نہیں۔ مسلمان بچوں کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ یہ اپنے آباء کی صف میں شامل ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریاتھم۔

۳۔ تیسرا گروہ قدری خیالات کا حامل ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے مشرکین اور مومنین دونوں کی اولاد جنت میں جائے گی۔

"الاخنسیہ" کے بارہ میں ایک شخص کی روایت ہے کہ یہ محارب اور غیر محارب دونوں سے عورتوں کے رشتہ ناطہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ "الشمراخیہ" اور الصفریہ ان لوگوں کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتے ہیں جن کے عقیدہ سے یہ ناواقف ہوں۔

یہ بھی مروی ہے کہ البیہسیہ اہل قبلہ کو قتل کر دینا، اور ان کے مال و دولت کو چھین لینا جائز سمجھتے تھے۔ نیز یہ کہ اس وقت تک کسی شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے جب تک اس کا عقیدہ معلوم نہ ہو۔ دارالکفر میں رہنے والوں کے بارہ میں ان کی یہ رائے تھی کہ یہ کافر ہیں۔

ایک بیان کرنے والے نے "البدعیہ" کے بارہ میں کہا ہے کہ ان کے عقائد وہی ہیں جو ازارقہ کے ہیں۔ بجز اس کے کہ ان کے نزدیک نماز صبح و شام صرف دو رکعتیں پڑھ لینے کا نام ہے۔

اجتہاد کے بارہ میں خوارج کے دو گروہ ہیں۔

۱۔ ایک گروہ النجدات وغیرہ کا ہے جو احکام میں اجتہاد کو جائز سمجھتا ہے۔

۲۔ دوسرا گروہ اس کا منکر ہے۔ یہ ظاہر قرآن پر اکتفا کرتا ہے۔ یہ الازارقہ کے نام سے موسوم ہے۔

خوارج سے متعلق ایک شخص نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ فرائض کو اس وقت تک فرائض نہیں مانتے جب تک خود انبیاء علیہم السلام اس کی تصریح نہ کر دیں۔ کیونکہ فرائض کی اطاعت اسی وقت ضروری ہوتی ہے جب انبیاء ان کی اطاعت کی اہمیت واضح کریں۔ دلیل میں یہ اس آیت کو پیش کرتے ہیں:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

خوارج عذاب قبر کے قائل نہیں۔ اور نہ یہ مانتے ہیں کہ کوئی شخص عذاب قبر سے دوچار ہے۔ رہا یہ سوال کہ اگر کوئی شخص حرام پر قابو پائے اور کھائے تو کیا اللہ تعالیٰ اسے یہ رزق بہم پہنچاتا ہے۔ اس کے جواب میں مسئلہ قدر میں معتزلہ کے ہم نوا تو انکار سے کام لیتے ہیں اور جو اثبات کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص حرام پر قابو پاتا اور کھالیتا ہے تو اللہ ہی یہ رزق بہم پہنچانے والا ہے۔

خوارج کے کئی القاب ہیں۔ ان القاب میں سے ایک وصف ان کا "خوارج" ہے۔ انھیں الحروریہ، الشراۃ، اور الحراریہ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ انھیں المارقہ او "المحکمۃ" بھی کہتے ہیں۔

وہ ان تمام القاب کو بخوشی مانتے ہیں۔ لیکن اس بات کو ماننے پر آمادہ نہیں کہ انھیں المارقہ کہا جائے۔ یعنی ایسا گروہ جو دین سے اس طرح نکل گیا اور دور ہوگیا ہے جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر۔

خوارج انھیں اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت علی کے خلاف خروج اختیار کیا۔ "المحکمۃ" کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انھوں نے تصفیہ نزاع کے لیے دو حکم ماننے سے انکار کیا۔ اور لاحکم الا اللہ کا نعرہ بلند کیا۔

"حروریہ" انھیں اس مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ اول اول انھوں نے "حراراء" میں اقامت اختیار کی:

"شراۃ" یہ اپنے اس دعویٰ کی بنا پر کہلاتے تھے کہ گویا انھوں نے اپنی جانوں کو اطاعت الٰہی یا جنت کی خاطر بیچ ڈالا ہے۔

وہ علاقے جہاں خوارج کی اکثریت آباد ہے جزیرہ، موصل، عمان، حضرموت، اور مغرب

سے کچھ نواح ہیں۔ خراسان کے کچھ حصوں میں بھی ان کی اکثریت ہے۔ اور مجلماستہ ہیں جو غانہ کی طرف ایک مقام کا نام ہے صفریہ کے ایک شخص کو بادشاہت بھی حاصل تھی۔

کہا جاتا ہے کہ صفین میں پہلے پہل جس نے لا حکم الا اللہ کا نعرہ بلند کیا، عروہ بن بلال بن مرداس ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے یزید بن عاصم المحاربی ہے۔ ایک روایت میں قبیلہ سعد بن زید مناۃ کے ایک آدمی کا ذکر ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ پہلا آدمی جس نے "حلقہ شراۃ" کا آغاز کیا بنی یشکر کا ایک شخص ہے۔

حضرت علی سے کٹ جانے کے بعد ۲۰ ر شوال ۳۸ھ کو پہلا شخص جس نے خوارج کی زمام قیادت سنبھالی عبد اللہ ابن الکواء ہے۔ کارزار یا قتال کا امیر شبث بن ربعی مقرر ہوا۔ اور ان لوگوں کا سالار قافلہ جو بصرہ سے اس غرض سے آئے تھے کہ عبد اللہ بن وہب سے ملیں مسعر بن فدکی بنا۔ یہ وہ شخص ہے کہ جس نے خود اور اس کے ساتھیوں نے بغیر دریافتِ احوال کیے ہر اس شخص کو جو سامنے آیا قتل کیا اور مارا۔ اس نے عبد اللہ بن خباب کے خون سے ہاتھ رنگے۔ بعض خوارج کا کہنا ہے عبد اللہ بن وہب اس طرح کے قتل کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ مسعر کے قتل و سفاکی کو حق بجانب ٹھہرانے کے لیے بعض لوگ اس توجیہہ کی آڑ لیتے ہیں کہ اس نے عبد اللہ سے یہ کہا تھا کہ وہ اپنے والد کی وساطت سے مروی آں حضرتؐ کی کوئی حدیث بیان کرے۔ اس نے فتن کے بارہ میں حدیث بیان کی۔ جس میں یہ مذکور تھا۔ حروب و فتن سے دامن کشاں رہنا چاہیے۔ اور یہ کہ عبد اللہ مارا جائے گا۔ اس کا انھوں نے یہ مطلب سمجھا کہ یہ شخص حضرت علی کے خلاف ان کے خروج کو غلط قرار دیتا ہے۔ نیز حضرت علی کے موقف کو بھی جھٹلاتا ہے۔ اس وجہ سے انھوں نے اس کے قتل کو حلال ٹھہرایا۔ جب عبد اللہ بن وہب کے لشکر نے حضرت علی کے لشکر کا سامنا کیا، تو بہت سے لوگ اس صورت حال سے گھبرائے۔ اور اس کا ساتھ چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ جویریہ بن فانع تین سو آدمیوں کو لے کر علیحدہ ہو گئے۔

مسعر بن فدکی نے بھی دو سو آدمیوں کی معیت میں مفارقت اختیار کی اور یہ بصرہ چلے گئے ایک روایت یہ ہے کہ یہ ابوایوب انصاری کے پرچم تلے جمع ہو گئے جو اس زمانہ میں حضرت علی کے ساتھیوں میں تھے۔ فروہ بن نوفل الاشجعی بھی پانچ سو کے ایک جھتے کے ساتھ الگ ہو گئے۔ اسی طرح عبداللہ الطائی تین سو آدمی لے کر کوفہ روانہ ہو گئے۔ ان کے بارہ میں ایک قول یہ ہے کہ یہ بھی ابی ایوب انصاری سے جا ملے۔ سالم بن ربیعہ اٹھارہ سو ساتھیوں کے ساتھ عبداللہ کے لشکر سے پلٹ آئے۔ اور ایک روایت کے مطابق ابوایوب انصاری کے پرچم تلے جمع ہو گئے۔ ساتھ چھوڑنے والوں میں ابومریم سعدی بھی ہیں۔ یہ بھی دو سو آدمیوں کو لشکر سے باہر نکال لائے۔ اور ایک روایت کے مطابق ابوایوب انصاری سے جا ملے۔ اور انھی میں اشرف بن عوف کا بھی شمار ہوتا ہے۔ جنھوں نے دو سو دوستوں کے ساتھ دسکرہ میں اقامت اختیار کر لی۔

المدائنی کی روایت ہے کہ خوارج میں کا ایک گروہ شام کی لڑائی میں حضرت علی کے ساتھ تھا۔ لیکن جب انھوں نے اہل النہر سے معرکہ آرائی کی ٹھانی تو یہ علیحدہ ہو گیا۔ اور النخیلہ میں آ کر آباد ہو گیا۔

عبداللہ بن وہب الراسبی اور اس کے ساتھیوں کے قتل ہونے کی تاریخ ۸ صفر ۳۸ھ ہے۔

حضرت علی کی زندگی ہی میں عبداللہ بن وہب الراسبی کے بعد خوارج سے اشرس بن عوف نے علم بغاوت بلند کیا۔ حضرت علی نے اس کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر بھیجا۔ جس سے معرکہ آرائی کے نتیجے میں یہ اور اس کے ساتھی انبار میں ربیع الاول ۳۸ھ کو مارے گئے۔

اس کے بعد ابن علفہ التیمی نے خروج کیا۔ اس سے نمٹنے کے لیے حضرت علی نے معقل بن قیس الراعی کو متعین کیا۔ اس نے اس کو اور اس کے لگے بندھے خارجیوں کو جمادی الاولیٰ ۳۸ھ کو "ماسبذان" میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

پھر الاشہب بن بشر نے جرأت کی۔ اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے حضرت علی نے

جاریہ بن قدامہ کو بھیجا جو جمادی الآخرہ ۳۸ھ کو "جرجرایا" کے مقام پر اس کو اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

خوارج میں سعد نامی ایک آدمی نے بھی خروج اختیار کیا۔ حضرت علی نے سعد بن مسعود الثقفی کو جو ان دنوں مدائن کے عامل تھے، لکھا کہ اس سے نمٹ لیا جائے۔ چنانچہ اس نے رجب ۳۸ھ کو اس کا اور اس کے ساتھیوں کا کام تمام کیا۔

اس کے بعد ابو مریم السعدی نے بغاوت کی۔ حضرت علی نے اس کے مقابلہ کے لیے شریح بن معانی کو بھیجا۔ لیکن اس اثنا میں یہ اور اس کے ساتھی کوفہ سے دو فرسخ آگے نکل چکے تھے۔ پھر جاریہ بن قدامہ کو رخصت دی۔ اس نے سوا پچاس آدمیوں کے کہ جنھوں نے پناہ طلب کی تھی، باقی سب کو مار ڈالا۔ یہ واقعہ اسی سال رمضان میں پیش آیا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اور اگر ہم ان تمام لوگوں کا ذکر کریں جنھوں نے حضرت علی کے خلاف خروج اختیار کیا تو صفحات کے صفحات درکار ہوں گے۔